© rasailojaraid.com

پاک امریکا تعلقات: فیصلے کی گھڑی

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

پروفیسر خورشید احمد

اگست کا مہینہ، ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کے اس تاریخی دن کی یاد دلاتا ہے جب اس برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں نے ایک تاریخ ساز جدوجہد کے بعد مملکتِ خداداد پاکستان حاصل کی۔ اس کے لیے لازوال قربانیاں دیں، انگریز اور ہندو کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کیا۔ نصب العین کے لیے یکسو ہوکر ملک کے ہر حصے کے مسلمان خواہ وہ پنجابی تھے یا بنگالی، سندھی تھے یا بلوچی یا پٹھان، ہر تعصب سے بالا ہوکر میدانِ عمل میں کود پڑے۔ ہمارے قائدین نے بار بار واضح کیا کہ یہ علیحدہ خطۂ ارض ہم اس لیے حاصل کررہے ہیں کہ ہم اسلام کی تعلیمات کے مطابق معاشرہ تعمیر کریں گے جو گم کردہ راہِ انسانیت کے لیے مینارۂ نور ہوگا۔

ہمارے بعد آزاد ہونے والے ممالک کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں، لیکن ۶۴ سال بعد آج ہم جائزہ لیں تو بحیثیت مجموعی تشویش ناک صورت حال سامنے آتی ہے۔ زندگی کا کوئی بھی دائرہ ایسا نہیں کہ ہم اطمینان کا اظہار کرسکیں۔ اسلامی معاشرہ تو بہت دُور کی بات ہے، ایک عام انسانی معاشرے کی حیثیت سے بھی ہم بہت پیچھے چلے گئے ہیں۔ اخلاق، سیاست، معیشت، عدلیہ، امن و امان کی صورت حال، ہر جگہ ایک بحران کی کیفیت ہے۔ یقیناً ہم نے ایٹم بم بنایا ہے، بہت سے دائروں میں ترقی بھی کی ہے لیکن ان امور سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے آج صرف یہ جائزہ لیں گے کہ امریکا سے تعلقات کے حوالے سے ہماری آزادی وخودمختاری کی کیا کیفیت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

● **امریکا کی دوستی اور دشمنی:** ڈاکٹر ہنری کسنجر امریکا کی خارجہ پالیسی ہی نہیں عالمی سیاست کے باب میں بلاشبہہ 'مصلحت انگیز'، 'فقیہ شہر' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ان کا کمال ہے کہ کبھی کبھی وہ اُس 'رند بادہ خوار' کا کردار بھی ادا کر جاتے ہیں جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ع

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچّی بات مستی میں

ان کا ایسا ہی ایک ارشاد ہے کہ دنیا کو جان لینا چاہیے کہ امریکا کی دشمنی مہنگی پڑتی ہے لیکن یہ بھی نہ بھولیں کہ اس کی دوستی بھی کچھ کم مہنگی نہیں! پاکستان نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے لیکن اس کی عاقبت نااندیش قیادتوں نے شاید قسم کھا رکھی ہے کہ خود اپنے اور دوسروں کے تجربات سے کبھی کوئی سبق نہیں لیں گے۔

تازہ ترین صورت حال ریمنڈ ڈیوس کے بھرے چوک میں دو نوجوانوں کے قتل سے شروع ہوکر، اس کے فرار اور پھر ۲مئی کے ایبٹ آباد پر حملے اور ڈرون حملوں کو روکنے سے انکار بلکہ ان میں مسلسل اور معتد بہ اضافے، فوج اور آئی ایس آئی کے خلاف بیان بازی (war of words)، سیاسی قیادت کی طرف سے شمسی ایئربیس کے بارے میں ٹکا سا جواب، امریکی فوجیوں کی واپسی اور ویزے کے بارے میں معمولی سی چھان بین پر برہمی، امریکا کے تنخواہ دار مخبروں، خصوصیّت سے اسامہ بن لادن کی تلاش کے سلسلے میں جعلی ویکسین کا ڈراما رچانے والے ڈاکٹر کی گرفتاری اور پھر سالانہ فوجی امداد کے ایک تہائی، یعنی ۸۰۰ ملین ڈالر کی بندش___ وہ واقعات ہیں جو ایک فیصلے کی گھڑی (moment of truth) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ فیصلہ کن لمحہ ہے جس پر پاکستان کی آزادی اور اس کے مستقبل کا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب اس فیصلے کو اس قیادت پر نہیں چھوڑا جاسکتا جس کا اصل چہرہ وکی لیکس کے آئینے میں سب نے دیکھ لیا ہے اور جو اپنے اقتدار میں آنے اور کرسی بچانے کے لیے امریکا کے مرہونِ منت ہیں۔ فوجی قیادت کا کردار بھی کچھ بہت قابلِ فخر نہیں اور شاید اب ایک آخری موقع ہے کہ وہ اس اعتماد کو بحال کرنے میں اپنا کردار ادا کریں جس کی خاطر قوم نے اپنا پیٹ کاٹ کر ان کی تقویت کا سامان کیا ہے۔

امریکا سے اسٹرے ٹیجک دوستی پر ہمیں تو کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یقین کیا گمان بھی نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا لیکن وہ جو یہ راگ الاپ رہے تھے، اب خود ان کے چہرے پر بار بار طمانچے پڑنے کے بعد یہ تحریر پڑھی جاسکتی ہے کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اب وقت آ گیا ہے کہ عوام کی آواز کو سنا جائے، بلکہ خود پارلیمنٹ نے جو واضح راہِ عمل اپنی دو قراردادوں (۲۲ ؍اکتوبر ۲۰۰۸ء اور ۱۴ مئی ۲۰۱۱ء) کی شکل میں دی ہے اس پر لفظ اور معنٰی ہر دو اعتبار سے عمل کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے زمینی حقائق کا صحیح صحیح ادراک ہو اور پھر ان کی روشنی میں اور اپنے قومی مفادات اور عوام کے جذبات اور عزائم کی روشنی میں تعلقات کی واضح انداز میں تشکیلِ نو ہو۔

- **زمینی حقائق**: پہلی بات یہ واضح ہو جانی چاہیے کہ امریکا کے مقاصد، اہداف اور ترجیحات اور پاکستان کے مفادات، مقاصد اور ضرورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امریکا کا اصل مقصد اس یک قطبی عالمی نظام کا تحفظ ہے جس میں مرکزی حیثیت اسے حاصل ہے۔ وہ دنیا کے ۸۰ ممالک میں اپنی فوجیں رکھ کر اور عالمی مالیاتی اداروں پر اپنی گرفت مضبوط کر کے دنیا کی بیش تر اقوام کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس کی اسٹرے ٹیجک دوستی صرف اسرائیل اور برطانیہ سے ہے اور پھر دوسرے دائرے میں یورپی ممالک اور بھارت آتے ہیں۔ رہی اسلامی دنیا، پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک وہ اس کی نگاہ میں صرف آلۂ کار اور کارندوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ پاکستان کی قیادت کو اس امر کا پورا ادراک ہو کہ ہماری حیثیت ان کی نگاہ میں کیا ہے۔

دوسری بنیادی بات یہ سامنے رکھنے کی ہے کہ امریکا سے ہمارے تعلقات میں پچھلے ۶۴ برسوں میں نشیب و فراز تو بہت آئے ہیں اور ان میں بھی نشیب زیادہ اور فراز کم، لیکن جو صورت حال نائن الیون کے بعد رونما ہوئی ہے اس کی پہلے کوئی مثال نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کے دور میں اور اس سے بھی بڑھ کر زرداری گیلانی اقتدار کے دور میں امریکا نے اپنی گرفت ہم پر مضبوط کی ہے، ہمیں اپنی محتاجی کے جال میں پھنسایا ہے، ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کی ہے اور عمومی پالیسی ہی نہیں، معمولی معمولی امور تک کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ امریکی سفیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلی امور پر ہدایات دے رہے ہیں۔ امریکی فوجیوں، سیکورٹی معاونین، مخبروں اور کاسہ لیسوں کا جال ملک کے طول وعرض میں بچھا دیا گیا ہے اور اگر پاکستان اپنے قومی مفاد میں کوئی معمولی سے معمولی اقدام کرتا ہے، جیسے فوجیوں کی واپسی، سفارت کاروں سے ان کے شناختی کارڈ دکھانے کا مطالبہ، ویزوں کے بارے میں ضروری تحقیق و تفتیش کی جسارت، تو نہ صرف فوجی اور سول امداد کی گاجروں کو ہاتھ سے چھین لیا جاتا ہے بلکہ ڈنڈوں کی بارش شروع ہوجاتی ہے۔ اس کے ساتھ تضحیک اور تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور عالم یہ ہے کہ ع

زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجیے دہن بگڑا

ڈرون حملوں کو جاری رکھنے، اپنے مخبروں کو رہا کرانے، شمسی ایئربیس کو خالی کرنے کے مطالبے کا ٹکا سا انکاری جواب دینے اور فوجی امداد روکنے کے اقدام کے بعد، اب پاکستان کے سامنے صرف ایک راستہ ہے ـــــ امریکا کے تعلقات کے موجودہ دروبست کو یکسر تبدیل کرنے اور بالکل نئی شرائط اور نئے نکات پر تعلقات کی ازسرنو تشکیل کا راستہ۔

آگے بڑھنے سے پہلے تین باتوں کی وضاحت ضروری ہے:

۱- بلاشبہہ ہم نے امریکا پر اپنی محتاجی (dependence) کو خطرناک حد تک بڑھا لیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ پاکستان کوئی ناکام یا بے سہارا ملک ہے۔ ہمارے وسائل ہماری ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہیں اور قوم میں وہ ہمت اور صلاحیت ہے کہ اگر قیادت صحیح رویہ اختیار کرے تو یہ ملک اپنے مفادات کے تحفظ کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس نے باربار اس کا ثبوت بھی دیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جن حالات میں ہم نے اپنی آزادی کا سفر شروع کیا تھا، دنیا کو یقین تھا کہ ہم چند مہینوں میں بھارت کے آگے ہاتھ پھیلائیں گے اور دوبارہ اس کے زیرِ عاطفت آجائیں گے لیکن اس غیور قوم نے اپنے معاملات کو سنبھالا، کشمیر کے محاذ پر پنجہ آزمائی میں بھی پیچھے نہیں رہی اور ۱۹۴۹ء جب تخفیفِ زر کا طوفان آیا تو روپے کی قدر نہ گرا کر بھارت، برطانیہ اور دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ بے سروسامانی سے آغاز کر کے جس طرح ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء میں اپنے حالات کو سنبھالا، وہ بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود ایک بڑا کارنامہ تھا۔ پھر امریکا سے دوستی اور اس کے مطالبات کے باوجود چین کو تسلیم کرنا اور اس سے اسٹرے ٹیجک شراکت کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہ ہموار کرنا ایک اہم کارنامہ تھا۔ ۱۹۹۸ء میں ایٹمی تجربہ بھی اسی نوعیت کی کامیابی ہے۔ اگر قیادت صحیح فیصلہ کرے اور قوم کو اپنے ساتھ لے کر چلے تو آج ہم امریکا کے چنگل سے نکلنے کے لیے ماضی کے ان تمام ادوار کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور وسائل رکھتے ہیں۔

۲- دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ آج ہم ہی امریکا کے محتاج نہیں، خود امریکا بھی چند نہایت اہم امور کے سلسلے میں ہماری مدد اور تعاون کا محتاج ہے، بشرطیکہ ہم اپنے پتے صحیح صحیح کھیلیں اور اپنے قومی مفاد، آزادی اور عزت کے تحفظ کے لیے سینہ سپر ہو جائیں۔ مسئلہ غیروں کی کارروائیوں سے زیادہ اپنی کمزوریوں کا ہے۔

۳- تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ امریکا افغانستان میں جنگ ہار چکا ہے اور اپنے طویل المیعاد مفادات کے تحفظ کے کسی انتظام کے ساتھ وہاں سے باعزت انداز میں واپسی چاہتا ہے اور اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ امریکا افغانستان اور پاکستان سے ۱۱ہزار کلومیٹر دُور ہے لیکن ہماری اور افغانستان کی مشترک سرحدات ۱۵۰۰ کلومیٹر سے زیادہ ہیں اور ہمارے تاریخی، تہذیبی، دینی، معاشی اور سیاسی رشتے بالکل دوسری نوعیت کے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی حماقتوں سے ہم نے اپنے دوستوں کو دشمن بنا لیا، اور جو دشمن تھے ان کی دشمنی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ امریکا کی سرزمین تو شاید کسی حد تک دہشت گردی سے محفوظ ہو گی___ گو دہشت گردی کے خوف کی فضا نے اس کو بُری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور نہ معلوم کب تک اسے اس عذاب میں مبتلا رہنا پڑے گا___ لیکن ہماری سرزمین جو اس نوعیت کی دہشت گردی سے بالکل پاک تھی، اب اس کی گرفت میں ہے، اور دہشت گردی کی کمر توڑنے کے باربار کے دعووں کے باوجود اس میں کوئی کمی نہیں آرہی۔ یہ کمی صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنے سلامتی کی صورت حال کا اپنے نقطۂ نظر سے جائزہ لیں، اسے ازسرنو مرتب کریں اور سیاسی مسائل کے لیے سیاسی حل پر عمل کرنے کا راستہ اختیار کریں۔ اس سلسلے میں ہمارے اور امریکا کے راستے اور مفادات مختلف ہیں۔ اس حقیقت کے ادراک کے بغیر اصلاح کی کوئی صورت نہیں۔ پارلیمنٹ نے یہی راستہ دکھایا ہے لیکن سیاسی اور فوجی قیادت اپنے اپنے زعم اور اپنے اپنے مفادات کے چکر میں اس راستے کی طرف کوئی پیش رفت نہیں کر رہی، اور امریکا سے بار بار ڈنڈے کھانے کے باوجود بھی آزادی، خودانحصاری اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عزت کا راستہ اختیار کرنے سے پس و پیش کر رہی ہے۔

● **امریکا سے دوستی کی قیمت**: پاکستان اور امریکا کے تعلقات اب اس مقام پر آگئے ہیں جہاں ایک بنیادی فیصلہ ناگزیر ہوگیا ہے۔ عوام نے کسی دور میں بھی امریکا کو قابلِ اعتماد دوست نہیں سمجھا۔ راے عامہ کے جتنے بھی جائزے گذشتہ برسوں میں ہوئے ہیں، خصوصیت سے وہ جو ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ملکی یا غیرملکی اداروں نے کیے ہیں، ان میں یہ حقیقت تسلسل کے ساتھ کھل کر سامنے آئی ہے کہ ۷۰ سے ۹۰ فی صد عوام اس پالیسی سے بے زار ہیں جس کا عنوان 'پاک امریکا دوستی' ہے۔ اس دوستی کا حاصل امریکا کی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں جنرل پرویز مشرف کے دور میں پاکستان کی غیرمشروط شرکت ہے۔ اس نے ملک میں دہشت گردی میں غیرمعمولی اضافہ کر دیا ہے جس کے نتیجے میں علاقے کا امن تہ و بالا ہوگیا۔ ان ۱۰برسوں میں پاکستان میں ۳ہزار سے زیادہ فوجی اور ۳۵ ہزار سے زیادہ عام شہری موت کے گھاٹ اُتارے جاچکے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور خود اپنے ہی ملک میں بے گھر ہوجانے والوں (IDP) کی تعداد ۴۰ لاکھ سے متجاوز ہے۔ معاشی اعتبار سے اب اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں کہ ملک کی معیشت کو تباہ کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس جنگ اور اس کے اثرات کا ہے۔ انسانی جان و مال کے نقصان کے علاوہ بحیثیت مجموعی معیشت کو جو نقصان اُٹھانا پڑا، اس کا محتاط ترین سرکاری تخمینہ ۶۹ ارارب ڈالر ہے جو پاکستانی روپے میں تقریباً ۶ ہزار ارب روپے بن جاتا ہے___ یعنی پاکستان کے دو سال کے مکمل مرکزی بجٹ سے بھی زیادہ۔

یہ سب درست، لیکن اصل مسئلہ محض معاشی نہیں۔ امریکا نے خاص طور پر گذشتہ ۱۰، ۱۱ برسوں میں پاکستان کو عملاً اپنی ایک طفیلی ریاست بنا لیا ہے جس کے نتیجے میں ملک کی آزادی، حاکمیت، خودمختاری اور عزت پارہ پارہ ہیں۔ شروع میں امریکا نے اس پالیسی کو carrot and stick، یعنی ترغیب اور ترہیب، گاجر اور ڈنڈے کی پالیسی کہا مگر اب گاجر کا حصہ معدوم ہوتا جا رہا ہے اور صرف ڈنڈے کی حکمرانی ہے۔ رواں سال میں ریمنڈ ڈیوس کے واقعے سے لے کر جولائی ۲۰۱۱ء میں امریکا کی فوجی امداد میں ۸۰۰ ملین ڈالر کی کمی اس کے مختلف مظاہر ہیں۔ ڈرون حملوں کا آغاز ۲۰۰۴ء میں ہوا اور ان سات برسوں میں ۲۶۰ حملے ہوچکے ہیں اور ان میں ہلاک ہونے والے نام نہاد مطلوبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہشت گردوں کی تعداد ۵۰ اور ۶۰ کے درمیان ہے، جب کہ ان حملوں میں لقمۂ اجل بننے والے عام بے گناہ پاکستانیوں کی تعداد ۲۵۰۰ سے متجاوز ہے۔ امریکا پوری رعونت کے ساتھ ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی کر رہا ہے، ہماری حاکمیت کو پامال کر رہا ہے اور ہمارے شہریوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے۔ ان دستاویزات کی روشنی میں جو وکی لیکس کی بنا پر طشت از بام ہوچکی ہیں، ان میں سے بیش تر حملے ماضی میں خود ہماری سرزمین سے امریکی اڈوں سے ہوتے رہے ہیں اور یہ اڈے وہ ہیں جن کی حفاظت ہماری اپنی افواج اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں کرتی رہی ہیں، اور جنرل پرویز مشرف سے لے کر زرداری گیلانی تک سب کی طے شدہ منظوری سے ہماری سرزمین پر ہماری آبادیوں کو موت کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں کہ امریکی افواج اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر فوج کشی کے ۱۰ برسوں میں جتنا جانی نقصان اُٹھایا ہے، پاکستان کی افواج اور شہریوں نے اس سے کہیں زیادہ نقصان برداشت کیا ہے۔ اس سب کے باوجود امریکا اور عالمی میڈیا پاکستان کو دوغلی پالیسی، دھوکا دہی، بدعنوانی اور بدعہدی کا مجرم قرار دے رہا ہے۔ اسے دنیا بھر میں دہشت گردی کا مرکز قرار دے رہا ہے اور افغانستان میں اپنی پالیسی کی ناکامی کا ملبہ بھی پاکستان پر گرانے کی مذموم کوششیں کر رہا ہے۔ ۲ مئی ۲۰۱۱ء کے ایبٹ آباد پر حملے اور اسامہ بن لادن کی مبینہ ہلاکت کے ڈرامے کی بنیاد پر پاکستان، اس کی افواج، خفیہ ایجنسیوں اور خود حکومت کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور فوجی، سیاسی اور معاشی دباؤ کے ساتھ اس کے خلاف اپنی لفظوں کی جنگ (war of words) کو بھی ایک نئی انتہا تک لے جایا گیا ہے۔ امریکی حکومت اور اس کے ترجمان، کانگریس کی کمیٹیاں اور ان کے ترجمان، تھنک ٹینکس اور میڈیا، سب نے اپنی توپوں کے تمام دہانے پاکستان پر یلغار کے لیے کھول دیے ہیں۔ وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن کا ارشاد ہے کہ ''پاکستان پر یہ سارا دباؤ جاری رہے گا تاآنکہ وہ امریکا کی شرائط کو منظور کرے اور اس کے مطالبات کو پورا کرے''۔ امریکی چیف آف اسٹاف مائیکل مولن نے ایک صحافی سلیم شہزاد کے قتل کی بلاواسطہ ذمہ داری پاکستان کی حکومت پر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ فوجی امداد میں کٹوتی کا اعلان بھی کردیا ہے۔

● **فیصلے کی گھڑی**: یہ تمام حالات اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ امریکا سے تعلقات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر پہلو کا ازسرِنو جائزہ لیا جائے اور جس دلدل میں ملک کو پھنسا دیا گیا ہے، اس سے نکلنے کے لیے ایک واضح نقشۂ کار بنا کر اس پر قومی یک جہتی کے ساتھ فی الفور عمل کا آغاز کیا جائے۔ یہ عوام کی دلی آرزو تھی، اور پارلیمنٹ نے دو بار، یعنی ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۸ء کی متفق علیہ قرارداد اور پھر ۱۴مئی کی قرارداد کی شکل میں قوم کے دل کی آواز کو پارلیمنٹ کے حکم کا درجہ دے دیا تھا، مگر حکومت نے اس قرارداد کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا اور اس کے کسی ایک حصے پر بھی عمل نہیں کیا۔ لیکن اس سال امریکا نے پے درپے جو حملے کیے ہیں، جو چرکے لگائے ہیں اور جو بے عزتی کی ہے، اس نے حالات کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اب امریکا سے تعلقات کے پورے سلسلے کو ازسرِنو مرتب کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

امریکا بلاشبہہ ایک عالمی طاقت ہے۔ اس سے تعلقات پر نظرثانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ قوم امریکا سے تصادم کا مطالبہ کر رہی ہے لیکن تصادم اور دشمنی، یا غلامی اور محکومی ہی دو آپشن نہیں ہیں۔ ایک دوسرے کے مفادات کے احترام کی بنیاد پر ایک باعزت پالیسی بھی تشکیل دی جاسکتی ہے جو قوت اور وسائل کے اختلاف کے باوجود دونوں کی آزادی، خودمختاری، مشترک مقاصد اور مفادات کے سلسلے میں تعاون پر مبنی ہو، اور ان تمام امور کے باب میں جہاں مفادات میں اشتراک موجود نہیں، اپنے اپنے مقاصد، مفادات اور اہداف کے لیے آزادانہ کردار کا اہتمام کیا جائے۔ بین الاقوامی قانون اور عالمی نظام دونوں کا یہی تقاضا ہے۔ قوی اور ضعیف، بڑا اور چھوٹا، سب عملی میدان میں برابری (functional equality) کی بنیاد پر ایک دوسرے سے معاملہ کریں۔ امریکا اور پاکستان کے تعلقات یک طرفہ اور ایک فریق کی بالادستی اور دوسرے کی عملاً محکومی کا رنگ اختیار کر چکے ہیں اور ان کا اسی طرح جاری رہنا نہ قوم کے لیے قابلِ قبول ہے اور نہ ملک اور علاقے کے مفاد میں ہے۔ اس لیے نئی آزاد خارجہ پالیسی کی تشکیل اور اس پر پوری یکسوئی کے ساتھ عمل کا پروگرام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

ہم امریکا سے معاشی، تجارتی، سیاسی اور ثقافتی تعلقات رکھنا چاہتے ہیں لیکن اس میں 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کی وجہ سے جو حاکم اور محکوم اور آقا اور ماتحت کا تعلق بن گیا ہے، اسے ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اس کے لیے جو قیمت بھی ادا کرنا پڑے قوم کو یک جان ہو کر اس کے لیے تیار ہونا پڑے گا۔ ایک مخصوص لابی اس سلسلے میں جن خطرات کا ہوّا کھڑا کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیں ڈرا رہی ہے، اس میں کوئی صداقت نہیں۔ گذشتہ ۶۴ برسوں میں امریکا نے چھے بار پاکستان سے تعلقات کو پست ترین سطح تک دھکیلا ہے اور ہم پر طرح طرح کی پابندیاں تک لگائی ہیں لیکن پاکستان کی معیشت ان سب نشیب و فراز سے بخوبی عہدہ برآ ہونے میں کامیاب ہوئی ہے۔ ۸۰۰ ملین ڈالر کی فوجی امداد امریکا نے روکی ہے۔ یہ کسی شمار قطار میں نہیں، البتہ ۱۰ برس میں امریکا نے جو فوجی اور معاشی امداد دی ہے اگر اس سب کو بھی لیا جائے تو اس کا حقیقی اثر ہماری معیشت پر براے نام رہا ہے، جب کہ اس جنگ میں شرکت کی وجہ سے جو نقصان ہم کو ہوا ہے، وہ اعداد و شمار کی زبان میں بھی اس کے کم از کم ۵ گنا زیادہ ہوا ہے۔ آخری تجزیے اور حساب میں اس جنگ سے نکلنے اور امریکی امداد سے نجات پانے سے ہماری معیشت پر مثبت اثرات ہوں گے اور ملک خود انحصاری کی طرف تیزی سے آگے بڑھ سکے گا بشرطیکہ حکومت صحیح سیاسی اور معاشی پالیسیاں تشکیل دے، اور قوم پوری یکسوئی کے ساتھ اپنی آزادی، خودمختاری اور عوام کی خوش حالی کے لیے وسائل کے صحیح استعمال کا راستہ اختیار کرے۔

● **پاک امریکا تعلقات کے خطوط:** اس سلسلے میں چند بنیادی اصولوں کو سامنے رکھنا ضروری ہوگا:

۱- پاکستان وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ ہماری غربت اور معاشی پس ماندگی کی وجہ وسائل کی قلت نہیں، صحیح قیادت کا فقدان اور صحیح پالیسیوں سے محرومی ہے۔ قومی مقاصد، مفادات اور اہداف کا صحیح صحیح تعیّن اور ایک ایسی حکومت کی تشکیل اولین اہمیت رکھتی ہے جو عوام میں سے ہو، عوام کے سامنے جواب دہ ہو، اور پاکستانی قوم کے مفاد کی علَم بردار ہو۔ وژن اور اہداف کی درستی اور دیانت داری اور باصلاحیت قیادت کو بروے کار لانا اصلاحِ احوال کے لیے ناگزیر ہے۔

۲- پالیسی سازی میں پارلیمنٹ کا کردار مرکزی ہونا چاہیے اور عوام کو اعتماد میں لے کر ان کے جذبات اور ترجیحات کی روشنی میں یہ کام انجام پانا چاہیے۔

۳- امریکا سے تعلقات خودمختارانہ مساوات (sovereign equality) کی بنیاد پر ہونے چاہییں۔ معاشی امداد کو مرکزی حیثیت دے دی گئی ہے۔ یہ خرابی کی جڑ ہے۔ تعلقات کے محور کو بدلنے اور تجارت اور دوطرفہ معاشی تعاون کو مرکزی حیثیت دینے کی ضرورت ہے۔

۴- اس وقت جو مراعات امریکا کو حاصل ہیں ان پر فوری طور پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند اہم پہلو یہ ہیں:

● شمسی ایئربیس پر فوری طور پر پاکستان کا مکمل کنٹرول ہونا چاہیے۔ متحدہ عرب امارات سے جو بھی معاہدہ ہوا تھا، اسے اب ختم کرنے اور اس اڈے کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لانا ضروری ہے۔ متحدہ عرب امارات اور دوسرے مسلمان ملکوں کے حکمرانوں سے بھی بات چیت اور انتظامات کو نئی شکل دینے کی ضرورت ہے۔ جس طرح امریکا نے اس اڈے کو استعمال کیا ہے، اس سے وہ تمام مقاصد پارہ پارہ ہوگئے ہیں جن کی خاطر ماضی میں انتظامی معاملات طے ہوئے تھے۔ اب بالکل نئی صورت حال ہے اور اس کے لیے نئی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

● امریکا اور پاکستان کے درمیان ویزے کے نظام کی مکمل تشکیلِ نو کی ضرورت ہے۔ یہ کام وزارتِ خارجہ کے زیرانتظام ہونا چاہیے۔ وزارتِ داخلہ، انٹیلی جنس ایجنسیاں اور دوسری متعلقہ وزارتوں کا اپنے اپنے دائرۂ کار کے سلسلے میں کردار ہے، لیکن ماضی کے تجربات کی روشنی میں نئے قواعد وضوابط وضع کرنا ضروری ہے۔

● سفارتی عملے کی تعداد، ان کا عملی کردار، ان کے قواعد وضوابط سفارت کاری کے معروف اصولوں اور روایات کے مطابق ہونا چاہییں۔ جو استثنائی کردار ماضی میں رہا ہے، اسے درست کرنے اور ضابطوں کی حدود میں لانے کی ضرورت ہے۔

● تمام معاہدات کا لازماً تحریری شکل میں ہونا اور ان کی پارلیمنٹ سے توثیق ضروری ہے۔ اس سے پارلیمنٹ کی حقیقی بالادستی قائم ہوگی اور یہ امر حقیقی جمہوریت کی طرف پیش قدمی ہوگا۔

● امریکی اور ناٹو افواج کو راہداری کی جو سہولت دی گئی ہے اس پر نظرثانی کی جائے۔ اس کی نگرانی ہو اور اس سے جو نقصانات سڑکوں، پُلوں اور انفراسٹرکچر کو ہو رہے ہیں، ان کی تلافی کا مکمل انتظام ہونا چاہیے۔

● ڈرون حملوں کا معاملہ سب سے اہم ہے۔ ان کو فی الفور رُکنا چاہیے، ورنہ جیسا کہ پارلیمنٹ نے کہا ہے راہداری کی سہولت کو پورے عزم کے ساتھ روک دینا چاہیے، تاآنکہ تمام معاملات باہمی رضامندی سے، نئے انتظامات کے ساتھ طے نہ ہو پائیں۔ واضح رہے کہ اگر امریکا اس معاملے میں خودسری کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ پوری قوم اس کے خلاف اُٹھ کھڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو اور افواجِ پاکستان اس سلسلے میں اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کردار ادا کریں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں روس کے سلسلے میں اسی طرح کی ایک صورت حال سرحدوں کی خلاف ورزی کی رونما ہوئی تھی اور وزیراعظم محمد خاں جونیجو کی حکومت نے ایک جرأت مندانہ فیصلہ کیا تھا جس کے نتیجے میں روسی طیاروں کو سبق سکھایا گیا اور ہماری سرحدات کی خلاف ورزی کا دروازہ بند ہوگیا۔

● امریکا پر یہ واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ مسئلے کا حل صرف سیاسی ہے۔ اگر امریکا خود طالبان سے مذاکرات کا سہارا لے رہا ہے تو پاکستان کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ وہ سیاسی حل کی جگہ فوجی قوت کا استعمال کرے اور حالات کو اپنے اور دوسروں کے لیے خراب اور خراب تر کرے۔

● افغانستان کا استحکام اور امن علاقے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے افغانستان کی تمام سیاسی قوتوں کا باہمی قومی اتفاق راے ضروری ہے۔ افغانستان کے تمام ہمسایہ ممالک کو افغانستان کی حاکمیت کے پورے احترام کے ساتھ علاقائی امن کی خاطر مفاہمت کی بنیاد پر آیندہ کے تعلقات کو استوار کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں جہاں ہمسایہ ممالک کو افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے مکمل گریز کرنا چاہیے، وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہمسایہ ممالک کو جو اسٹرے ٹیجک فکرمندیاں (concerns) ہیں، خصوصیت سے علاقے میں بھارت کے کردار کے بارے میں، ان کا معقول حل باہمی مشورے سے نکالا جائے۔

امریکا سے تعلقات اور افغانستان مسئلے کا حل اس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں کہ ان کو الگ کر کے معاملات کو سلجھایا جانا مشکل ہے۔ جہاں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں جس مفاہمتی عمل کا آغاز ہوا ہے، وہ ایک مفید اور ضروری اقدام ہے اور افغان مسئلے کا حل افغانستان ہی کی تمام قوتوں کو مل جل کر کرنا ہے، وہیں پاکستان، ایران، وسط ایشیا کی ملحقہ ریاستوں اور خود چین کو بھی اس عمل میں ایک کردار ادا کرنا ہے۔ لیکن یہ کردار ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت کی شکل میں نہیں، بلکہ افہام و تفہیم کے ذریعے سب کے مشترک مفاد کی بنیاد پر ہو تو امن، سلامتی اور ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ یہی تاریخ کا سبق ہے جس کا جتنا احترام ہوسکے اتنی ہی ہماری کوششیں کامیابی سے ہم کنار ہوسکیں گی۔

© rasailojaraid.com